اسلام کا نظامِ شہادت

جناب حکیم شیخ محمد عبد الواحد صاحب ۔ سیالکوٹ

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں میں قرآن حکیم صرف تلاوت کرنے کی کتاب ہی تصور نہیں کی جاتی تھی، بلکہ وہ مسلمانوں کی دینی، اخلاقی، قانونی، اقتصادی، معاشی یہاں تک کہ سیاسی اقدار کے لیے بھی مشعلِ راہ تھی۔

اِسی کتاب کی عظمت و برکت نے قیصر و کسریٰ جیسی اپنے زمانہ کی بڑی طاقتوں کو سرنگوں کیا۔ مسلم شریف میں حدیث آتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِھَا اٰخَرِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو ارفع مقام سے نوازتا ہے اور اسی سے دوسروں کو سرنگوں کر دیتا ہے۔

قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں کی عزّت و عظمت اُس دور میں پورے اقوامِ عالم میں صرف اس لیے تھی کہ اُن کا دستورِ عمل صرف اور صرف کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل تھا۔

آج جب ہمارا تمام نظامِ حیات غفلت و معصیت کا شکار ہے تو اُس کا نتیجہ ذلت و خواری کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

ہم اسلام کا نام تو بہت لیتے ہیں لیکن اسلام پر عمل بہت کم کرتے ہیں یا کرتے ہی نہیں ۔ حدیث میں آتا ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ

لا یبقیٰ من الاسلام الا اسمہ ولا یبقیٰ من القرآن الا رسمہ۔ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب کہ اسلام کا صرف نام ہی باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف نقوش ہی رہ جائیں گے۔ (بیہقی۔ مشکوٰۃ)

یا ہم نفاذِ اسلام کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس میں یہ تمنا رکھتے ہیں کہ اسلام ملک کے تمام باشندوں پر نافذ ہو جائے صرف مجھے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو ایسی تمنا مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۵ (اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ) ۔ یہ ہرگز درست نہیں کہ اپنے مفاد کی خاطر کچھ کو مان لیا اور کچھ کا انکار کر دیا۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۵

اسلام نے قانونِ شہادت کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے، کیونکہ شہادت پر ہی اکثر و بیشتر فیصلہ کا انحصار ہوتا ہے۔ شہادت کا نصاب مختلف مقدمات میں مختلف ہے۔ جبکہ مروجہ برطانوی قانونِ شہادت میں شہادت کا کوئی نصاب نہیں۔ سوائے اس کے کہ دو گواہ ہوں۔ مرد اور عورت کی کوئی تمیز نہیں۔ مسلمان و کافر کی کوئی قید نہیں۔ فوجداری و دیوانی کی کوئی رعایت نہیں۔ معاملات و عبادات کی کوئی تفریق نہیں اور گواہ کے لیے عادل و صالح ہونے کی کوئی شرط نہیں۔ بس صرف اور صرف دو گواہ ہوں۔

یہ قانونِ شہادت برصغیر پاک و ہند میں غالباً ۱۸۷۲ء میں نافذ کیا گیا اور آج ہم سب اس کے تحت ایک سو گیارہ سال سے اپنے مقدمات کے فیصلے کرا رہے ہیں۔ اس قانون شہادت میں یہ قابلِ ذکر نکتے ہیں:

ایک عورت کی شہادت ایک مرد کے برابر۔ دو عورتوں کی شہادت دو مردوں کے برابر۔ ایک نیک عورت کی شہادت ایک فاحشہ عورت یا بدکار مرد کے برابر۔ ایک نیک مرد کی شہادت ایک فاحشہ عورت یا بدکار مرد کے برابر۔ ایک مسلمان مرد یا عورت کی شہادت ایک کافر مرد یا عورت کی شہادت کے برابر۔

اس قانون کے نقائص بہت زیادہ ہیں لیکن سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ کرایہ کے گواہوں

کا بازار گرم رہتا ہے۔ اور شہادت کو بطور تجارت اپنایا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں انصاف بکتا ہے۔ بغض، حسد، کینہ اور عداوت پھیلتی ہے۔ اور جب انصاف آسانی سے میسر نہیں آتا تو ظلم و ستم کا لامتناہی دور شروع ہو جاتا ہے۔ باپ کا دائر کیا ہوا مقدمہ پوتے کو بھگتنا پڑتا ہے۔ یا جب فیصلہ سنایا جاتا ہے تو مدعی قبر میں پہنچ چکا ہوتا ہے۔

اب لیجیے اسلام کے قانونِ شہادت کو، جسے قرآن نے بتایا اور حدیث نے سمجھایا۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے ثبوتِ جرم کے لیے گواہوں کا نصاب مقرر کیا ہے۔ جب تک نصاب پورا نہ ہوگا۔ اس وقت تک اسے ثبوت کا درجہ نہیں دیا جائے گا۔ نصابِ شہادت کا مسئلہ اجتہادی مسئلہ نہیں ہے جس میں اختلاف کی گنجائش ہو بلکہ یہ قرآن و سنت کی واضح تعلیمات سے ثابت ہے۔ اگر کسی مقدمے کا فیصلہ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ کے مطابق کرنا ہے تو اس کے لیے مقررہ نصابِ شہادت کا پورا کرنا لازمی اور از حد ضروری ہے۔

نصابِ شہادت کی چار قسمیں بیان کی گئی ہیں:-

۱- صرف زنا سے متعلق شہادت کا نصاب۔

۲- زنا کے بعد باقی حدود اور قصاص میں شہادت کا نصاب۔

۳- عام معاملات اور حقوق میں شہادت کا نصاب۔

۴- مخصوص نسوانی معاملات میں شہادت کا نصاب۔

۱- زنا کے لیے نصابِ شہادت

فرمانِ باری تعالیٰ ہے۔ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ (اور تمھاری بیویوں میں سے جو عورتیں بدکاری کی مرتکب ہوں تو تم ان عورتوں کے خلاف اپنوں میں سے چار مردوں کی گواہی لاؤ) سورۃ نساء آیت ۱۵۔

اس آیت کریمہ میں مندرجہ امور کی تصریح ہوگی:

ا- ثبوت زنا کے لیے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

ب- چاروں مردوں کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

ج۔ چار مردوں سے کم یا تین مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی نصابِ شہادت مکمل نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ اپنے دعوے پر نہ لاسکیں۔ تو ایسے لوگوں کو اسی دُرّے مارو اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور یہ لوگ فاسق ہیں) سورۂ نور آیت ۴

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کا الزام لگانے والے کو حکم دیا ہے کہ:

اِئْتِ بِاَرْبَعَةٍ يَشْهَدُوْنَ عَلٰى صِدْقِ مَقَالَتِكَ وَاِلَّا فَحَدٌّ فِيْ ظَهْرِكَ۔

(ایسے چار آدمی لاؤ جو تمہارے بیان کی صداقت پر گواہی دیں، بصورت دیگر تمہاری پیٹھ پر دُرّے لگائے جائیں گے) کتاب الفقہ جلد ۵ ص ۱۲۲۔

تو ایسے لوگوں کو حدِ قذف کی سزا دی جائے گی۔ اور ان کی گواہی سے زنا ثابت نہیں ہوگا۔ شریعتِ مقدسہ اسلامیہ نے جس طرح چار مردوں سے کم کی گواہی کو قبول نہیں کیا ایسے ہی مطلقاً عورتوں کی گواہی کو بھی قبول نہیں کیا۔ ایسی صورت میں یہ کہنا صحیح نہیں کہ عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ بلکہ اسلامی شریعت نے صنفِ نازک کو عدالتی جرح وتعدیل میں پڑنے سے محفوظ فرمایا ہے۔ اور خصوصاً آج کل گواہوں کی جرح کے سلسلے میں جو جو غلیظ اور ناقابلِ بیان نکات اٹھائے جاتے ہیں اور عینی شہادت کے جو الٹے سیدھے سوالات کیے جاتے ہیں ان سے عورت کو بالکل آزاد اور الگ تھلگ رکھا گیا ہے۔ جس سے عورت کی عزت وعفت اور شرم وحیا عام پبلک میں نشر نہیں ہوتی۔ جب کسی عورت کا بیانِ شہادت ہوتا ہے تو عدالت کے اندر و باہر مقدمے کی سماعت کے لیے ہجوم برپا ہوجاتا ہے۔ اخبارات کے اندر خوب زور دار خبریں شائع ہوتی ہیں۔ غور فرمائیے اسلام نے

ایسی تمام جزئیات سے عورت کو مبرا رکھا ہے تو یہ عورت کی حق تلفی ہے یا حق محفوظی؟

۲۔ بقیہ حدود و قصاص میں نصاب شہادت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ اور خلافتِ راشدہ کے دور میں حدود میں عورت کی گواہی غیر معتبر شمار کی گئی ہے۔ زنا کے علاوہ باقی حدود میں دو مردوں کی گواہی قبول ہوگی۔ پوری اسلامی تاریخ میں حدود کے مقدمات میں عورت کی گواہی قبول کرنے کی مثال نہیں ملتی۔ اس پر ائمہ اربعہ متفق ہیں۔ گویا کہ پوری امت کا اجماع ہے کہ دو مرد گواہوں کے سلسلے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۔ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ (البقرہ۔ آیت ۲۸۲)

(اور تم اپنے مردوں میں سے دو شاہدوں کو گواہ کر لیا کرو)

۔ اِثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ (مائدہ۔ ۱۰۶)

(تمہارے آپس میں دو معتبر امانت دار آدمیوں کا وصی ہونا مناسب ہے جو تم میں سے ہی ہوں)۔

۔ وَاَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ وَاَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ

(طلاق آیت ۲)

(بہر حال اپنے میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کر لیا کرو اور خالص اللہ کے لیے ٹھیک گواہی دو)۔

مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوا کہ حدود مثلاً شراب نوشی، چوری اور قصاص میں صرف دو مردوں کی گواہی معتبر ہے۔

۳۔ عام معاملات اور حقوق میں نصابِ شہادت اس تیسری صورت میں حدود اور قصاص کے علاوہ معاملات اور حقوق میں اوّل تو دو مرد ہی گواہ ہوں۔ یہی بہتر اور موزوں ہے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۔ وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ ط۔ (اور تم اپنے مردوں میں سے دو شاہدوں

کو گواہ کر لیا کرو۔ اور اگر دو مرد میسر نہ ہوں تو جن گواہوں کو تم قابلِ اطمینان سمجھ کر پسند کرو۔ ان میں سے ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہو جائیں تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

اِس آیت کریمہ سے مندرجہ ذیل اُمور کی تصریح ہو گی:

ا۔ عام معاملات میں بھی اوّل تو دو مرد ہی گواہ ہوں۔

ب۔ بصورتِ دیگر ایک مرد اور دو عورتیں ہو سکتی ہیں۔

ج۔ چار عورتیں نہیں ہو سکتیں۔

د۔ ایک مرد کا ہونا ضروری ہے۔ دوسرے مرد کے بجائے دو عورتیں ہوں گی۔

ھ۔ دونوں عورتوں کی گواہی اکٹھی ہو گی تاکہ اگر ایک بھولے تو دوسری اُسے یاد کرا دے۔

عام معاملات میں خواہ وہ معاملات مالیہ ہوں یا ازدواجی ہوں یا عائلی مثلاً نکاح و طلاق وغیرہ۔ ان میں اجماعِ اُمت ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہو گی۔

قرآن پاک میں وراثت کے معاملے میں عورت کو مرد کے مقابلے میں نصف حصہ دینے کا حکم دیا ہے۔

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِىٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ

(اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ترکہ کی تقسیم میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے) نساء آیت ۱۱

مندرجہ بالا تفصیل کے تحت عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے برابر قرار دینا واضح طور پر نصِ قرآنی، ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، فرمودات صحابہؓ اور اجماعِ اُمت کی تحقیر ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔

۴۔ مخصوص نسوانی معاملات میں نصاب شہادت | عورتوں کے نجی اور مخصوص معاملات

مردوں کی نظروں سے عموماً پوشیدہ رہتے ہیں۔ جن کی اطلاع مردوں کو نہیں ہوتی یا نہیں ہو سکتی۔ صرف ایک عورت کی گواہی ہی کافی ہوتی ہے اور اسے معتبر قرار دیا گیا ہے۔ اس

کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔ بچے کی زندہ یا مردہ پیدائش کی شہادت میں صرف ایک عورت (دایا) کی گواہی کافی ہے کہ بچے نے ایک سانس بھی لیا ہے، رویا ہے یا چیخ ماری ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر اُس کا غسل، تجہیز و تکفین، نمازِ جنازہ اور باقاعدہ قبر کھود کر دفن کرنا ضروری ہوگا، وگرنہ صرف ایک کپڑے میں لپیٹ کر گہرے گڑھے میں دفن کرنا ہوگا۔ موجودہ دور میں جب ہسپتالوں میں بچوں کی پیدائش ہوتی ہے تو صرف ایک لیڈی ڈاکٹر کی شہادت ہی معتبر ہے جس نے کیس کیا ہے کہ اس عورت کے ہاں لڑکا ہوا ہے یا لڑکی، زندہ یا مُردہ۔

ب۔ بلوغت کی شہادت میں بھی صرف خود عورت کی اپنی گواہی معتبر ہے کہ مجھے حیض آتا ہے۔ یا صرف ایک لیڈی ڈاکٹر کی شہادت کہ یہ بالغ عورت ہے، جس نے اُس کا طبّی معائنہ کیا ہو۔

ج۔ عورت شادی شدہ ہے یا کنواری اس کی بھی صرف ایک لیڈی ڈاکٹر کی شہادت معتبر ہے جس نے اس کا طبّی معائنہ کیا ہو۔

د۔ رضاعت میں اپنے بچے کو دودھ پلانے کی مدت کا حساب کرنا ہو یا اپنے بچے کے سوا کسی اور بچے کو غلطی سے یا جان بوجھ کر دودھ پلایا ہو تو اس سے رضاعی رشتہ قائم ہو جاتا ہے جس کے نتائج نکاح کی حرمت و حلّت میں اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس میں صرف ایک عورت کی گواہی معتبر ہے۔

ہ۔ عدت کے بارے میں خواہ طلاق کی عدت تین حیض ہوں یا شوہر کے فوت ہو جانے کے بعد عدت چار ماہ دس دن ہوں۔ اِس میں بھی صرف ایک عورت بلکہ خود اس کی اپنی گواہی معتبر ہوگی۔

کچھ وسوسے اور اندیشے بیان کیے جاتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اکیلی ہو تو اس سے کوئی مال لوٹ کر لے جائے یا اُس کا بچہ چھین کر چلا جائے تو اس صورت میں کیا ہوگا؟ یہ تو سراسر غلط ہے کہ اُس کی اِس حق تلفی کا مداوا نہیں ہوگا، بلکہ ایسی صورت میں عورت گواہ نہیں مدعیہ ہوگی۔ اور وہ ڈاکو مدعیٰ علیہ ہوگا۔ اگر مدعیہ موقع کا کوئی گواہ پیش نہ کر سکے تو مدعیٰ علیہ پر قسم ہوگی

جس کی باقاعدہ تفصیل قرآن و سنت کی روشنی میں موجود ہے اور علمائے حق سے دریافت کی جا سکتی ہے۔

عورت کی شہادت کے سلسلے میں سب سے بڑی دلیل حضرت سیدہ خدیجہ طاہرہؓ کی سب سے پہلے ایمان لانے کی شہادت دی جاتی ہے۔ یہ غور فرمایئے کہ یہ شہادت کسی عدالت میں سیدہ خدیجہ طاہرہ نے نہیں دی تھی، بلکہ حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کی شہادت تھی۔ پھر خدانخواستہ اگر وہ شہادت نہ دیتیں تو حضورؐ کی نبوت میں کچھ فرق نہ پڑتا۔ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کی تصدیق نہ کرنے کے باوجود وہ دونوں اللہ کے نبی تھے۔ ان کی نبوت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس ایمانی شہادت میں اب بھی مرد و زن کو وہی الفاظ اور انداز اختیار کرنا لازمی ہے جو ایمان لانے کے لیے کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کے لیے ہوتا ہے جس میں مرد اور عورت کی کوئی تمیز نہیں پوری یکسانیت ہے اور یہ شہادت ایمان کی شہادت ہے۔ معاملہ کی نہیں۔

رہی بات سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی کہ ان کی معرفت شریعت مقدسہ کا بیشتر حصہ اور اہم مسائل اُمت کے سامنے آئے اور سب نے قبول کیے۔ یہ بھی عدالت میں شہادت نہیں بلکہ اُمت کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مسائل کی شہادت ہے۔ اس کے لیے مرد یا عورت کی قید نہیں۔ صرف مسلمان ہونے کی قید ہے اور اس کو محدثین کرام کی اصطلاح میں شہادت نہیں روایت کہتے ہیں۔